حکیم محمود احمد ظفر

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

1857ء میں جنگِ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد بھی انگریز مسلمانوں سے لرزاں اور خائف تھے۔ وہ اپنی حکومت اور اقتدار کو مسلمانوں کے وجود سے ہر وقت خطرہ میں سمجھتے تھے۔ انگریز مسلمان قوم کے جذبہ حب الوطنی، غیرت ایمانی اور قوم کے ملی اتحاد سے بخوبی واقف تھا۔ ہلال اور صلیب کی تاریخی جنگیں اس سے مسلمانوں کی شوکت و عظمت اور بسالت و بہادری کا لوہا منوا چکی تھیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی جڑیں مضبوط کرنے کے لیے سب سے پہلے اس خطرہ کو ختم کرنے کی تدابیر کیں اور مسلمانوں کے دل و دماغ سے روح ایمانی کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کے عیارانہ حیلے بازیاں اور چالیں اختیار کیں۔ مسلمانوں میں تشتت و افتراق کی تخم ریزی کرنے کے لیے وظیفہ خوار ایجنٹ پیدا کئے۔ لوگوں کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔ مسئلہ جہاد کو حرام کرنے کے لیے ایک خود کاشتہ قسم کا نبی پیدا کیا اور مسلمانوں کو مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور تعلیمی اعتبار سے قلاش کرنے کے لیے یورپ کی برہنہ تعلیم اور تہذیب و ثقافت کو رائج کیا۔ انگریزوں کی ان مکاریوں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو دیکھ کر علمائے ربانین' کفن بردوش میدان میں نکل پڑے۔ ان میں حضرت سید احمد شہید بریلویؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ 'اس قافلہ کے ہراول دستہ کے سپہ سالار تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے نام سے انگریزی حکومت کانپ اٹھی تھی۔ ان کی للکار نے فرعونیت کے ایوانوں میں زلزلہ طاری کر دیا۔ اسی قافلہ کا ایک سپاہی شرف الدین احمد (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) قدس سرہٗ تھے۔ آپ نے اپنی خطابت سے انگریزی ایوانوں اور اس کے خود کاشتہ پودے قادیانیت کی عمارت کو لرزہ براندام کر دیا۔ آپ کی خطابت کا سکہ نہ صرف عوام مانتے تھے بلکہ بڑے بڑے لوگوں نے آپ کی خطابت کی داد دی۔ چنانچہ آپ کی خطابت سے متاثر ہو کر ایک مرتبہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا تھا:

''بخاری! تو نے لوگوں کو اپنی تقریروں کا جو پلاؤ، قورمہ کھلا کھلا کر ان کا دماغ خراب کر دیا ہے۔ ارے ظالم! اس کے بعد ہمارے ساگ ستو کو کون پوچھے گا۔'' یہ الفاظ کہہ کر فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر شاہ جی کی پیشانی چوم لی۔

ایک مرتبہ لاہور میں ''زمیندار'' کے دفتر میں سب کے سامنے شاہ جی کے بارے میں انہی مولانا محمد علی جوہرؒ نے فرمایا:

''اس ظالم سے نہ پہلے تقریر کی جاسکتی ہے اور نہ بعد میں ۔اس کے بعد تقریر کرنے سے اثر جمتا نہیں اور اس سے پہلے جو تقریر کرے اس کے اثر کو یہ آ کر مٹا دیتا ہے۔''

فصاحت و بلاغت میں شاہ جی اپنی مثال آپ تھے اور عوامی خطابت کے آپ امام تھے۔لحن داؤدی جو سننے والوں کو نیم بسمل کر دے آپ کی خاص صفت تھی۔آپ دوران تقریر اور اپنی نجی مجالس میں بعض دفعہ ایسا جملہ بولتے جو آج تک اخبار اور کتابوں کی زینت بنتا ہے۔انہی جواہر پاروں میں سے چند ایک یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔

1) ایک مرتبہ اسلامی نظام حکومت کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کے حالات میں اسلامی نظام فٹ نہیں بیٹھتا۔آپ نے فرمایا: ایک لائق ترین درزی نے جسم و اعضاء کے عین مطابق نہایت فٹ قمیض بنائی لیکن بعد میں قمیض والے پر فالج گر گیا۔اسے تشنج نے آ گھیرا۔اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو کر اکڑ گیا۔دوسرا پیٹھ کے پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ایک ٹانگ ٹیڑھی ہو گئی، دوسری چھوٹی ہو گئی۔پیٹھ کبڑی ہو گئی۔اب وہ قمیض میں عیب بتاتا ہے کہ یہ فٹ نہیں ہے۔درزی پر بھی نکتہ چینی کرتا ہے۔آپ ہی انصاف کریں کہ قمیض فٹ نہیں ہے یا یہ منحوس خود ان فٹ ہو گیا ہے۔تمہارے منہ کا مزہ صفرادی بخار سے تلخ ہو چکا ہے۔تمہیں میٹھی شے بھی کڑوی لگتی ہے۔یہ دوا اور غذا کا قصور نہیں تمہارے منہ کے ذائقہ کی خرابی ہے۔انسان کو آج اپنی فطرت کے مطابق رہنا اور چلنا چاہیے۔اسلام سے بہتر اس کے لیے کوئی ہدایت نامہ نہیں ہوسکتا۔''

2) ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ ڈھاکہ جیل میں تھے کہ ایک دن ایک افسر نے حضرتؒ کی مزاج پرسی کی۔شاہ جی نے فرمایا: ''الحمدللہ علیٰ کل حال'' آفیسر نے دوبارہ پوچھا: ''شاہ جی! کوئی سوال؟'' شاہ جی نے فرمایا: ''سوال تو میں اپنے اللہ ہی سے کیا کرتا ہوں۔'' انگریز افسر کہنے لگا: ''سوال نہ سہی کوئی خدمت ہی بتا دیجیے!'' فرمایا: ''آپ بس اتنا ہی کیجیے کہ ہمارا ملک چھوڑ دیں۔''

3) شاہ جیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''اللہ الصمد'' کے معنی میں مجھے ہمیشہ تردّد رہا کہ ''اللہ بے نیاز ہے۔'' بس یوں ہی دل کو تسکین نہ ہوتی۔جیل ہی کا واقعہ ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ کا ترجمہ قرآن پاک دیکھ رہے تھے کہ اچانک اس کا خیال آیا کہ دیکھیں شاہ صاحبؒ کیا لکھتے ہیں۔جب وہ جگہ نکالی تو حضرت نے ترجمہ فرمایا ہے: ''اللہ نرادھار ہے۔'' شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی اسے ''نِرَ اُدھار'' پڑھوں، کبھی کچھ کبھی کچھ۔پھر میں اپنے جیل ہی کے ایک ساتھی پنڈت نیکی رام شرما کے پاس گیا جو بہت فاضل بھی تھا۔اس سے پوچھا کہ یہ لفظ کیا ہے؟ وہ دیکھتے ہی جھومنے لگا اور واہ واہ کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔میں نے چند لمحے انتظار کے بعد کہا: ''کیا عجب آدمی ہیں۔میں انتظار میں ہوں اور آپ اپنے ہی آپ لطف لے رہے ہیں۔مجھے بھی تو علم ہو کہ کیا معنی ہیں؟'' اس کے بعد اس نے بتایا کہ ''نِرادَھار'' سنسکرت زبان کا لفظ

ہے اور اس ذات پر بولا جاتا ہے' جس کا کام کسی بن نہ اڑے اور جس بن کسی کا کام نہ بنے۔'' فرمایا: ''تب مجھے تسکین ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی گم شدہ متاع مل گئی ہو۔''

4) 9رمئی 1958ء کو سابق صدر سکندر مرزا ملتان آئے۔ ان کی خواہش تھی کہ شاہ جیؒ ان سے گیلانیوں کی دعوت میں ملیں۔ انہوں نے ایک مشترکہ دوست مظفر علی شمسی کو شاہ جیؒ کے پاس بھیجا۔ مظفر علی شمسی نے جب اپنا مدعا بیان کیا تو شاہ جیؒ نے فرمایا: ''شمسی! تم میرے پیارے دوست ہو مگر میں تمہارے کہنے پر عمل نہیں کر سکتا۔ اگر اسکندر مرزا میرے جھونپڑے پر آجائیں تو وہ بھی بلند ہو جائیں اور میں بھی۔ لوگ کہیں گے کہ صدرِ مملکت ایک درویش کی کٹیا میں گئے۔ اگر میں ان سے ملنے جاؤں تو اپنی عمر بھر کی کمائی برباد کر بیٹھوں گا۔

5) ایک مرتبہ 1958ء میں شاہ جیؒ' مولانا عبدالکریم صاحب (خطیب شاہ پور صدر) کے مکان پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو حاضر کیا' جن کا نام مسعود الرحمٰن تھا اور عرض کیا کہ یہ جناب کا مرید ہے۔ شاہ جیؒ نے جب بچے کا نام پوچھا تو انہوں نے مزاحاً فرمایا: ''مسعود الرحمٰن ولد فی شھر رمضان فی ملک باکستان'' یہ سن کر شاہ جیؒ نے فرمایا: ''ابھی نام چھوٹا ہے۔ سورۃ الرحمٰن ساری ہی ساتھ لگا لو تو بہتر ہے۔

6) ایک مرتبہ اسلامیہ کالج کے طلباء شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''شاہ جیؒ کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا مشکل ہے۔'' شاہ جیؒ نے برجستہ جواب دیا: ''ہاں بھائی! اسلامیہ کالج میں مشکل ہے اور خالصہ کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا آسان ہے۔''

7) شاہ جیؒ نے ایک موقع پر منکرین بشریت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''بھائی لوگو! آپ کے کبوتروں کی بھی نسل ہو اور بٹیروں کی بھی لیکن ایک ہم سید ہی ایسے ہیں کہ جن کی کوئی نسل نہیں۔ حضور ﷺ کو تم بشر نہیں مانتے تو بتاؤ ہم کس کی اولاد ہوئے؟''

8) ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے رمضان کے دنوں میں شاہ جیؒ سے مذاق کرتے ہوئے کہا: ''حضرت!'' کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمایئے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے۔'' شاہ جی نے فرمایا: ''نسخہ نہایت سہل ہے۔ کاغذ اور قلم لے کر لکھیے: ''ایسا مرد چاہیے کہ جوان وکیل صاحب کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا جائے۔ یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصے کو پیتے جائیں۔ اسی طرح کھاتے پیتے جائیں' روزہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔''

9) شاہ جیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ: ''شاہ جی! مزار بنانے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' شاہ جیؒ نے برجستہ جواب دیا: ''میں اس سوال کی بنیاد کو سمجھتا ہوں۔ بہر حال ایک مزار اقدس میرے آقا، میرے ہادی حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں بن چکا ہے اور دوسرا مزار بنانا میرے نزدیک ''شرک فی النبوۃ'' ہے۔''

10) ایک مرتبہ شاہ جیؒ سے شورش کاشمیری مرحوم نے عرض کیا: 'شاہ جی! زمانہ بہت بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی

اسکولوں میں داخلہ لے دیں۔ یہی زمانے کا تقاضا ہے۔ فرمایا: ''بابا! مجھے معاف رکھو! میں اِس زمانے کا آدمی نہیں۔ تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند محمود حسنؒ کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تیرے بچے مر جائیں یا اپنے ہاتھوں بچوں کو قتل کردو۔''

11) ایک مرتبہ کسی نے شاہ جیؒ سے تصویر کھینچنے کی اجازت طلب کی۔ پاس ہی شاہ جیؒ کے فرزند سید ابوذر بخاریؒ تشریف فرما تھے۔ شاہ جیؒ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میری تصویر یہ بیٹھی ہے۔ باپ کی تصویر بیٹا ہوا کرتا ہے۔ بیٹے کو چاہیے کہ باپ کے اخلاق وعادات کا نمونہ ہو۔ (بشرطیکہ باپ شریعت کا پابند ہو)

12) شاہ جیؒ نے ایک موقع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ''دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں۔ مال، جان، آبرو اور ایمان۔ لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال، جان اور آبرو سب کو قربان کرنا چاہیے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

13) ایک مرتبہ سلسلہ گفتگو میں فرمایا: ''شریف آدمی کبھی بزدل نہیں ہوتا اور کمینہ آدمی کبھی بہادر نہیں ہوتا۔ کمینہ پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے۔ اور شریف کے قابو میں جب دشمن آتا ہے تو اسے معاف کردیتا ہے اور نہ ماضی کے کسی واقعہ پر اسے مطعون کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی شرافت اور بہادری دیکھئے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کعبہ میں کیوں نماز نہیں پڑھتے؟'' تو فرمایا کہ: ''تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی۔ حالانکہ کعبہ میں نماز پڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ تو خود سیدنا عمر تھے مگر یہ نہیں فرمایا کہ آپ نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شرافت تھی۔

14) مہاسبھائی لیڈر ڈاکٹر مونجے نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''نکال دوان مسلوں (مسلمانوں) کو ہندوستان سے۔''

شاہ جیؒ نے لکھنؤ میں اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہندوستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو۔ آپ بھی ہماری طرح اس ملک میں نو وارد ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ آپ اس ملک میں پہلے آکر آباد ہوگئے اور ہم بعد میں آئے۔ اگر نکلنا ہی ہے تو پھر اسی ترتیب سے نکلو جس ترتیب سے آئے ہو۔ پہلے تم نکلو بعد میں ہم رختِ سفر باندھیں گے۔'' ہنس کر فرمایا: ''جب لالہ جی بوریا بستر باندھ کر ساحل سمندر پر پہنچ جائیں گے تو انہیں دیں گے دھکا اور خود واپس لوٹ آئیں گے۔''

15) شاہ جیؒ نے ایک مرتبہ ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: ''جو لوگ روٹی کے لیے جدوجہد کرتے ہیں اور اسی کے لیے جیتے ہیں 'ان میں اور ایک کتے میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی روٹی کے لیے بھونکتا اور دم ہلا کر مالک کے پیچھے چلتا ہے۔ روٹی کوئی چیز

نہیں۔اصلی چیز عقیدہ اوراس کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دھن ہے۔''

16) ایک مرتبہ حضرت امیر شریعتؒ نے ایک سلسلہ کلام میں فرمایا: ''لوگ تعجب کرتے ہیں کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں؟'' ہائے اصغر! تم کس وقت یاد آگئے:

میں رند بادہ کش بھی' بے نیاز جام و ساغر بھی
رگ ہر تاک سے آتی ہے کھنچ کر میری قسمت

میرا رزق میرے پیچھے دوڑتا ہے' میرا ہاتھ ہمیشہ خدا کی ڈھیری پر رہا ہے۔اپنی ضرورت کے مطابق اٹھالیتا ہوں' باقی چھوڑ دیتا ہوں۔میں تو اپنے اللہ کا کوڑھی ہوں۔مجھے وہ صرف رزق ہی نہیں دیتا بلکہ میری ٹھوڑی سے پکڑتا ہے اور میرے منہ میں ڈالتا ہے:

رزق را روزی رسا پرمی دہد

17) ایک مرتبہ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ ایک مرکزی وزیر مجھے ملنے ملتان تشریف لائے۔انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ان سے کہوں تو وہ مجھے مکان الاٹ کروادیں گے۔ساتھ ہی ارشاد فرمائے گئے کہ فلاں تاریخ کو فلاں صاحب ملتان سے گزر رہے ہیں۔ان سے مل لینا۔ایک صاحب نے پوچھا: ''کیا ان صاحب سے ملاقات کی؟'' فرمایا: ''نہیں'' وجہ دریافت کی تو فرمایا ''میرے پاس کالی اچکن اور قراقلی ٹوپی نہیں تھی۔''

18) ایک مرتبہ شاہ جیؒ 'مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ہمراہ مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملنے گئے۔استفادے کے لیے چند آیات تفسیر کے لیے پیش کیں۔مولانا آزادؒ نے اپنے انداز میں ان کی تفسیر کی۔شاہ جیؒ بہت متاثر ہوئے اور کہا: ''مولانا! اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر نصیب فرمائے۔'' مولانا آزادؒ نے فرمایا: ''نہیں میرے بھائی! تھوڑی ہو مگر قرینے کی ہو۔''

19) 1946ء میں حضرت امیر شریعتؒ نے قرآن حکیم کی حقیقت اور اس کی تفسیر کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے' خود بولتی ہے نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّد کہ میں محمد (ﷺ) پر اتاری گئی ہوں۔بابولوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو، اس کو پڑھا کرو۔سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی۔اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو۔دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلّہ بول دیا۔پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔وہ تمہارے بت کدے میں اللہ اکبر کی صدا ہے۔''

20) آخری ایام میں حضرت شاہ صاحبؒ کی حکیم محمد حنیف اللہ مرحوم کے مطب پر تشریف آوری' روزانہ کا معمول تھا۔فرماتے ضعف و ناتوانی سے پاؤں جواب دے رہے ہیں۔دشواری سے حکیم صاحب کے پاس پہنچتا ہوں۔حکیم صاحب کی جانب ہاتھ بڑھاتے۔حکیم صاحب نبض دیکھئے۔''

بقیہ صفحہ 32 پر